ساجد صدیق نظامی*

پنجاب میں ریختے کا ایک قدیم نمونہ: اٹھارویں صدی عیسوی میں

Abstract:

An Old Sample of Rekhta in Punjab (in 18th Century)

Delhi, Faizabad, and later Lucknow are very known centers of Urdu poetry in 18th century. Despite their importance regarding the linguistic and literary development of Urdu prose and poetry, it is also well acknowledged that this process was not only confined to these areas. Other areas such as Azimabad, Calcutta and Rampur etc also contributed in the enrichment of this literary tradition. Likewise in the 2nd half of the 18th century Hafiz Ghulam Murtaza Khwaishgi was poeming in Kasur, Punjab, Pakistan. A masnavi named Gulraiz is his memorable work. It is translation of a Persian masnavi which was written by Ziauddin Nakhshabi. In unpublished *Gulraiz,* there are many prominent aspects which are yet to be explored. Such as in *Gulraiz* there are 28 Urdu ghazals. Some ghazals are part of the text and some are written on its margin. These are rare example of ghazal in Punjab in 18th century. In this article original text and linguistic study of these ghazals is first time presented.

Key Words: Ghazal, Rekhta, Ghulam Murtaza Kasuri, Ziauddin Nakhshabi, *Gulraiz.*

۱۹۲۸ء میں حافظ محمود شیرانی نے پنجاب میں اردو میں اردو زبان کے پنجاب میں پیدا ہونے کا نظریہ پیش کیا۔ اپنے موقف کے اثبات میں مختلف تاریخی شہادتوں اور لسانی مماثلتوں کے ساتھ ساتھ حافظ محمود شیرانی نے سرزمینِ پنجاب کے مختلف شعرا کا تذکرہ بھی کیا جو شمالی ہند میں اردو شاعری کے عروج کے دور میں پنجاب میں اردو زبان میں شاعری کر رہے تھے۔ اس امر کا اندازہ مختلف محققین کی تحقیقات سے لگایا جا سکتا ہے۔ ان سے پتا چلتا ہے کہ پنجاب میں بھی اس دور میں علاقائی ادبیات کے ساتھ ساتھ اردو شاعری کا تخلیقی ذوق اور رواج موجود تھا۔

پنجاب میں قدیم اردو شاعری کے نمونے سب سے زیادہ پنجاب یونی ورسٹی لاہور کی مرکزی لائبریری کے ذخیرہ مخطوطات شیرانی میں محفوظ ہیں۔ انھی میں سے ایک مخطوطہ مثنوی گلریز کا ہے جس کا لائبریری اندراج نمبر ۶۲۰۹ ہے۔ اس مخطوطے کا تفصیلی تعارف راقم نے ایک علاحدہ مضمون میں کروایا ہے۔ تفصیلات وہاں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔[۱] موجودہ حالت میں ۲۲×۱۹ء۴ س م تقطیع کا یہ مخطوطہ پچاس (۵۰) اوراق پر مشتمل ہے۔ اوراق اطراف سے کرم خوردہ اور قدرے دریدہ ہیں۔ یہ مثنوی اٹھارویں صدی عیسوی میں قلم بند کی گئی جیسا کہ اِس مثنوی کے آخری اشعار اور ترقیمے سے معلوم ہوتا ہے:

بتاریخ چہار دہم ماہِ شوال — بروز دو شنبہ کہ قبل از زوال
بَسن یازدہ صد نود سہ یقیں — زِ ہجرت نبی سید المرسلیں
کیا مرتضٰی نے یہ نسخہ تمام — بہ حرمت محمدؐ بہ گلریز نام
حمد خدا را بہ آخر رسید
نسخۂ گل ریز کتابِ جدید

ترقیمہ اس طرح ہے:

تم الکتاب بعون اللہ الملک الوهاب فی التاریخ بیست و پنجم شهر محرم الحرام ۱۲۰۶ مقدسه کاتبه و مصنفه الفقیر حافظ مرتضیٰ ولد محمد خاں شهاب الدین زئی عرف افغان خویشگی الچشتی القصوری غفر الله تعالی و لوالدیه و احسن الیهما و الیه۔

آخری اشعار اور ترقیمے سے پتا چلتا ہے کہ یہ مثنوی ۱۱۹۳ھ (۱۷۷۹ء) میں تصنیف ہوئی اور اس مخطوطے کی کتابت ۱۲۰۶ھ (۱۷۹۱ء) میں ہوئی۔ ترقیمے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مثنوی پنجاب کے علاقے قصور میں لکھی گئی۔ اس مثنوی کے

مصنف حافظ مرتضٰی ہیں جن کا تخلص بھی مرتضٰی ہی ہے۔ مثنوی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے ضیاء الدین نخشی کے فارسی قصے گلریز کو اردو میں منظوم روپ دیا ہے۔ شاعر کے الفاظ میں:

بگویم سبب سازش ایں کتاب　　سنو دوستو کر توجہ شتاب
ضیا نخشی سوں ہے نسخہ کلام　　زبان فارسی سوں جو گلریز نام
مطالعہ کیا اوس کوں جس روز سوں　　لگا شوق دل موں جو بس سوز سوں
اَیا ایک دن دل منے یوں دھیان　　کروں فارسی سوں یہ ہندی زباں

مثنوی کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

خدایا خدائی ہے لائق تجھے　　یہ شایاں ہے دعویٰ جو فائق تجھے
فلک امر تیرے سوں برپا رہے　　زمیں حکم تیرے سوں برجا رہے
بحق زیب عالم کی شاہی سدا　　کہ روزی دہِ مرغ و ماہی سدا
تعالیٰ جوادٌ غفورٌ کریم　　عظیمٌ حلیمٌ روفٌ رحیم
تو قادر علیٰ کُلِ شئٍ قدیر　　حکیمٌ علیمٌ سمیعٌ بصیر
تیرے بھیدِ مخفی کوں جانے نہ کو　　رنگا رنگ قدرت پچھانے نہ کو

مثنوی کے مصنف حافظ مرتضٰی کے مفصّل حالات باوجود کوشش کے معلوم نہیں ہو سکے۔ ان کے کتابت کردہ چند فارسی مخطوطات پنجاب یونی ورسٹی لائبریری لاہور اور کتب خانہ گنج بخش، ادارہ تحقیقاتِ فارسی پاکستان و ایران، اسلام آباد میں موجود ہیں۔ ان مخطوطات کے ترقیموں سے حافظ مرتضٰی کے جو حالات مختصراً معلوم ہو سکے ہیں وہ خورشید احمد یوسفی نے اپنی کتاب پنجاب کے قدیم اردو شعرا میں بیان کیے ہیں۔ یہ حالات اس طرح ہیں:

> حافظ مرتضٰی نام، مرتضٰی تخلص۔ والد کا نام محمد خان تھا۔ [تعلق] خویشگی افغانوں کی ایک شاخ شہاب الدین زئی سے تھا۔ قصور کے رہنے والے اور سلسلہ چشتیہ میں خواجہ مودود چشتی کو اپنا پیر بیان کرتے ہیں۔ ۔۔ پیدائش غالباً بارھویں صدی کے ربع اول یا دوم کی ہے۔ عالم، فاضل، صوفی اور طبیب ہونے کے علاوہ شاعر بھی تھے۔۔۔ تصوف میں ایک رسالہ ارشاد المبتدی تصنیف کیا۔ طب کی ایک کتاب مجربات مرتضائیہ تصنیف کی۔۔۔ سنہ وفات معلوم نہ ہو سکا۔[۲]

اس مثنوی کے متن اور حواشی میں مصنف نے اپنی اٹھائیس (۲۸) غزلیات بھی درج کی ہیں اور اُن پر 'ریختہ مناسبِ حال' کا عنوان قائم کیا ہے۔ یہ غزلیات اٹھارویں صدی عیسوی کے اواخر میں پنجاب میں اردو غزل کے چلن کا پتا

دیتی ہیں۔ اس مضمون میں حافظ مرتضیٰ قصوری کی ان غزلیات کا متن دیا جا رہا ہے اور آخر میں ان غزلیات کا مختصر لسانی مطالعہ بھی کیا جائے گا۔ غزل درج کرنے سے قبل مخطوطے کے متعلقہ صفحات کا حوالہ دیا گیا ہے اور وضاحت کے لیے قلابین میں 'متن' اور 'حواشی' کے الفاظ لکھ دیے گئے ہیں۔ غزلیات کے متن میں چند ایک الفاظ کی بہتر تفہیم کے لیے ان کے مطالب حواشی میں درج کر دیے گئے ہیں۔ مخطوطے میں بعض کرم خوردہ جگہوں پر چند الفاظ یا مصرعوں کی خواندگی نہیں ہو سکی، وہاں ... کا نشان لگا دیا گیا ہے۔ بعض جگہوں پر تصحیح قیاسی سے کام لیا گیا ہے، جس کا ذکر بھی حواشی میں کر دیا گیا ہے۔

ورق (۵) الف: (حواشی)

دیکھیں ہیں جب نظر بھر کر سجن کی پر خمار اکھیاں
لگی ہیں چٹ پٹی دل کوں یہی ہیں زار زار اکھیاں
جو قدرت کے مصور نے لکھی تصویر چشمش کی
ناہیں ثانی کوئی اس کے دکھیں ہیں صد ہزار اکھیاں
پڑا ہوں پیچ تابے موں زلف کے دیکھ پیچاں کوں
گرا چاہِ ذقن اندر دِسیں دل کوں چوں مار اکھیاں
ہوا جوں مست لا یعقل نہیں کچھ ہوش عالم کا
تڑپھتا ہوں ... ... بہار اکھیاں
دعا مانگوں خدا سیتی بہ زاری مرتضیٰ نس دن
... ... اکھیاں

....

ورق (۱۲) ب: (حواشی)

مہر و وفا کی بو نہیں بدخو سجن کے بیچ
ہرگز نہیں ہے خوفِ خدا اُس کے من کے بیچ
جیتا بلاؤں زاری سوں دیون نہ کچھ جواب
گویا نہیں زبان یہ غنچہ دہن کے بیچ
آگے کیا تھا قید جو زلفاں کے دام موں
پٹکایا اب جیا میرا چاہِ ذقن کے بیچ

اب میں بھی جا مروں گا جو اس کے دوارے پر
اُس کی اگر رضا ہے یہ میرے مرن کے بیچ
اُس نورِ دل کی ہست سوں بہ جنابِ مرتضٰی
فریاد میں کروں گا مویا بھی کفن کے بیچ

....

(۱۳) الف: (حواشی)

نیناں کے . . . فوج سجن لوٹ دل گیا
اس سنگ دل سوں لاگ کے اب ٹوٹ دل گیا
جس وقت سوں دیکھا ہوں میں اس طرف بھر نظر
یک بارگی ہی ہاتھ سوں اب چھوٹ دل گیا
یک دم نہ پھولتا ہے کئی روز و شب منے
اس دلربا کے شوق سوں اب جوٹ دل گیا
یہ استخوانِ خشک مرے چور ہو رہیں
غم عشق کے شکنجے موں اب کھوٹ دل گیا
دل نور کے خیال بنا مرتضٰی فقیر
دنیا کے سبھ خیال سوں اب اُوٹ[۳] دل گیا

....

(۱۳) الف: (حواشی)

اگر ہم پر کریں گا توں . . .[۴] کیا ہاتھ آوے گا
محبت لاگیا ہم سوں دغا کیا ہاتھ آوے گا

....

(۱۳) الف: (حواشی)

کر کر رہا ہوں عاجزی دل بر طناز سوں
کہہ کہہ رہا ہوں منت و زاری نیاز سوں
کیوں ساڑتا ہے مجھ کوں جدائی کی آگ موں

کیا لیویں گا جلا کے سجن جاں گداز سوں
میں منع کر رہا تھا اپس دل کوں لاکھ بار
کیا دوستی دراج تجھے شاہباز سوں
ڈرتا نہیں زِ آہ . . . وہ سنگ دل
مشکل پڑا ہے کام مجھے بے نیاز سوں
اب جا پڑا ہے عشق کے دریا موں مرتضٰی
تھڑکے ہیں پانوں دل کے عقل کے جہاز سوں

....

(۱۷) الف: (متن)

لگا عشق کا تیر آ در بغل
دو سلّو[۵] گیا ہے جگر سوں نکل
نہ طاقت رہی جاں موں [نہ] ہوش کچھ
گیا ٹوٹ میری عقل کا محل
پڑا گل[۶] محبت کا حبل المتین
کہاں جاؤں اس دام سیتی نکل
. . . عشق سوں پنجر در جہاں
اچاچیت آ کر پڑا در خلل
عناں صبر کی چھٹ گئی ہاتھ سوں
نہ سکتا ہوں ہرگز اسے . . .
ہمہ وقت ہے غم جدائی کا سول
نہ یک دم ہے جاتا کبھی دل سوں ٹل
خور و خواب سوں مجھ کوں یکسو کیا
لاگیں خاناں سبھ زہر کے مثل
شبِ تارِ ہجراں آئی دھوم دھام
دیکھوں کب ہووے صبحِ روزِ وصل
لکھا داغ رسوائی کا در جہاں

مرے ماتھے حق نے بروزِ ازل
نہ مایوس ہو مرتضٰی حق سیتی
کرے گا سبھی مشکلاں پل موں حل

....

(۱۸) ب: (متن)

الٰہی بہ حرمت محمدؐ رسول
جو مقصد ہے دل میرے کا کر حصول

لگی چٹ پٹی مجھ کوں جس نام کی
کرم سوں ترے ہووے جلدی وصول

نہ دیکھی سنی تھی کبھی در جہاں
ہوئی وہ بلا مجھ پر آ کر نزول

ہوا عیش و طرب و نشاطم حرام
سدا غم ہجر کے سوں ہوں بس ملول

نہ کر پکڑ مجھ کوں میری توبہ ہے
جو کچھ حرف بولا ہوں میں بوالفضول

غمِ عشق مجھ کوں کیا ہے سقیم
دعا زود مضطر کی کر قبول[۷]

جو آیا ہے دنیا منے مرتضٰی
نہیں خالی از اتحاد و حلول

....

(۱۹) الف: (متن)

صبا جا سنا حال گُل مکھ سیتی
ترا پہور[؟] مرتا ہے تجھ دکھ سیتی

شب و روز روتا ہوں میں زار زار
نہ واقف ہوں خواب و عطش بھکھ سیتی

دُکھاں نے لیا گھیر تن جان کوں
کہ بوئے نماندہ طرب سکھ سیتی

رہوں کب تلک مکھ پیارے سجن
کبھی نہ چکھا پھل تیرے رکھ سیتی

نہیں ایک دم مجھ کوں صبر و قرار
تپے سینہ ہجراں کے نت دکھ سیتی

ترا کچھ نہ گھٹ جاوے گا ایک موئے
گلے لاگیں آ کر مہر . . .[۸] سیتی

نہیں غم سوں خالی کوئی مرتضٰی
جو پیدا ہوا ماؤں کے کُگھ[۹] سیتی

....

(۱۹) الف: (حواشی)

جا کہہ صبا اس گل کوں دکھ اس بلبلِ مہجور کا
آیئے طبیبِ مہرباں دارو کرو رنجور کا

تجھ پر جیا مفتوں ہوا چو لیلیٰ پر مجنوں ہوا
غم ہجر سوں محزوں ہوا لاچار اس معذور کا

اس یار کا یہ رنگ ہے کہ صلح ہے کہ جنگ ہے
دل سنگ ہے بس سنگ ہے اس دل رُبا مغرور کا

ناز و ادا سوں دل چرا بیٹھا ہے اب مکھڑا بتا
دل لے گیا وہ دل رُبا بے تاب چکنا چور کا

تب مرتضٰی دل شاد ہو دکھ درد سوں آزاد ہو
غم ہجر سبھ برباد ہو جب مکھ دیکھوں اس نور کا

....

(۱۹) ب: (متن)

ترے عشق نے مجھ کیا ہے خراب
بچھوڑے سوں دل جل ہوا چوں کباب

رے قاصد سجن کوں سندیسا لے جا
میں مرتا ہوں تجھ بن خبر لے شتاب

تری یاد موں مست ہوں روز و شب
نہ حاجت ہے کچھ پیونے کے شراب

بندھا دل تری زلف کے دام موں
نہ کر مضطرب کوں بسے اضطراب

فلاطون و لقمان حیراں ہوے
نہ دارُو عشق کا لکھا در کتاب

کرم سوں دکھا اپنا مجھ کوں لقا
جدائی کا کر دور مکھ سوں نقاب

کیا عشق نے خانماں سوں جدا
اَیاں[10] غم کیاں فوجاں الٹ بے حساب

گیا بھول شرم و حیا ننگ و نام
تیرے عشق نے مجھ کیا بے حجاب

یہی حال عشّاق کا مرتضٰی
کہ دیدہ بہ راہ و جگر در عذاب

....

(۲۰) الف: (متن)

صبا لیا شتابی خبر یار کی
جو ہو روح پرور دل افگار کی

لگے چٹ پٹی دل کوں اس وقت سوں
سنے جب کہ تعریف دلدار کی

چلیں اشک اکھیاں سوں رنگِ شفق
لگی انتظاری ہے دیدار کی

سجن کے ہجر سوں آئی جاں بہ لب
خدا جھٹ کرے صبح شبِ تار کی

چو فرہاد تیشہ لگا عشق کا
دیکھوں کب لٹک شیریں گفتار کی

ہوا غم سوں تن بس نحیف و ضعیف
جو مورت دیکھو نقشِ دیوار کی

نہیں عشق بازی یہ جاں بازی ہے
یہ ہے کھیل تلوار کی دھار کی

ہوا دنگ لقماں فلاطون بسے
نہ پائی نبض عشق آزار کی

جدائی جلایا ہے تن من میرا
یہ بجی ہے نمرود کی نار کی

زمیں سخت اور آسماں دور ہے
نہ کچھ پیش جاتی ہے لاچار کی

کیے مرتضٰی خواب و جوع و عطش | بنا ہے یہ تن شکل بیمار کی

....

(۲۰) ب: (متن)

ترے دیکھنے کوں ہے دیوانہ دل | شمع جیسے مکھ پر ہے پروانہ دل
جدائی کی آتش سوں تجھ عشق نے | جلایا ہے یہ میرا کاشانہ دل
لوٹا عشق تیرے مرا عقل و ہوش | کیا خانماں سوں جو بے گانہ دل
پڑی فوج غم کی ہے اب دَھائی کر | کِیا بس تاراج یہ خانہ دل
ترے عشق کے غم نے آ گھر کِیا | یہ ہے گنجِ مخفی بہ ویرانہ دل
نشاط و طرب کی سمائی نہیں | ہُوا پُر زِ غم ہجر پیمانہ دل
نہیں مرتضٰی جز خدا کوا۱ شفیق | کہوں کس آگے جا کے افسانہ دل

....

(۲۰) ب: (متن)

الٰہی توں ذوالجود ہیں و الکرم | اُٹھا دل میرے سوں جدائی کا غم
ملے مجھ کوں مطلوب میرا شتاب | بہ حرمت نبی شاہِ عرب و عجم
نہیں صبر و آرام نس دن مجھے | شبِ تار ہووے میری صبح دم
چو مجنوں کِیا عشق نے مجھ خراب | ... ...
کہ بنیادِ شادی ہوئی منہدم | ہوا دل میرا با غم و درد ضم
نہیں عشق کے سُول کا کچھ علاج | کمونی و سرکہ جوائین نہ دم
اگر مجھ کوں پیارا ملے دشت موں | ہووے پھول گلزار باغِ ارم
نہ امید ہے مجھ کوں طالع اوپر | کہ در زندگانی جاوے دل سوں ہم
جو روزِ ازل ہے لکھا مرتضٰی | کسی سوں نہ ہوتا ہے بیش و نہ کم

....

(۲۰) ب: (متن)

لگی عشق کی پھوک تن آگ رے | کیا عقل اُر۱۲ فکر سبھ پھاک رے
شب و روز روون سوں ہے کام مجھ | ڈنگے جگر نس دن پرم ناگ رے

چو مجنوں گیا ہے مرا ہوش اُٹھ — گئی چھوٹ ہتھ سوں جو دل باگ رے
پڑا ہوں پرم[۱۳] کے بہ بحرِ عمیق — نہ سکتا ہوں ایسا بحر جھاگ رے
... ... — بجے رین دن عشق کا راگ رے
نہیں صبر دل کوں کبھی ایک دم — ... ... چٹ پٹی ہی رہی لاگ رے
کہو مرتضٰی اپنے طالع کوں جھٹ — کبھی خواب غفلت سیتے جاگ رے

....

(۲۲) الف: (متن)

تجا ہے سجن واسطے تخت و تاج — چھوڑی سلطنت مملکت اور راج
جیسا ناز پرورده تھا سیم تن — تیسا اب ہوا ہے بہ خاک ازدواج
شبِ تیره آئی ایسی ہجر کی — گیا بھُول مجھ دل سوں روز ابتہاج
ارسطو فلاطون و لقماں حکیم — نہ کچھ لکھ گئے عشق کا وه علاج
. . . چناں بس کہ نکباء عشق — کہ شد مرده میری عقل کا سراج
چھوٹے تیر مجھ پر غم و درد کے — کیا عشق نے ہے جگر کوں اماج
کجا مادر و پدر و فرزند و خویش — بجز فضلِ حق کو نہیں یار آج
ایسا عشق نے مست و بے خود کیا — نہ با خواب و جوع و عطش احتیاج
کنارے لگاوے خدا مرتضٰی — پڑا ہوں پرم کے بہ بحرِ مواج

....

(۲۲) ب: (متن)

سجن کی جدائی سوں دل چاک ہے — سدا اس الم غم سوں غم ناک ہے
کیا مجھ کوں اپنے وطن سوں جدا — رہی نہ کچھو دل منے جھاک ہے
تمنا ہے مجھ کوں سدا وصل کی — نہ کچھ خبر از گردشِ افلاک ہے
اچا چیت دل کوں لیا باندھ کر — بڑی عشق کی فوج بے باک ہے
کبھی بستر افریش میں خوش نہ تھے — میسّر نہ اب خس و خاشاک ہے
نہیں جاگتے خوابِ غفلت سیتے — یہ طالع کے سر پر پڑی خاک ہے
رہا ایکلا ایسے غربت منے — نہ کو مونس و خویش و نہ ساک ہے
بجز فضلِ حق نہ رہی کچھ امید — ہوا دامن از لوث سبھ پاک ہے

ہووے مرتضیٰ زود حاصل مراد
اگر مدد کو شاہِ لولاک ہے

....

(۲۲) ب: (متن)

نہیں کام میرے سجن بن حیات
کہ زیں زندگانی بھلی ہے ممات

بہ حرمت نبی رب کرے روزِ وصل
ہووے دور جھٹ یہ بچھوڑے کی رات

آگے تھا مرا دل جو کعبہ نمط
زِ شوقِ صنم اب ہوا سومنات

تیرے غم سوں مرتا ہے عاجز غریب
نہ کو[کوئی] جا کے کہتا ہے ساجن کوں بات

شب و روز گریہ سیتے کام ہے
چلے نیر اکھیاں سوں ہو کر فرات

تکایا ہے مجھ دل کوں نخچیر وار
. . . پرم نے لگائی ہے گھات

اگر کوئی لیتا ہے نامِ صنم
لگے مجھ کوں شیریں زِ قند و نبات

نہیں پھل چکھا اُس کے رُکھ سوں کبھی
رہوں کب تلک میں پیارے یہ وات

لگا عشق جس روز سوں مرتضیٰ
گئی بھول مجھ دل سوں ذات و صفات

....

(۲۳) الف: (متن)

سدا ہجر ظالم سوں فریاد ہے
نہ دل بر میرا دیتا کچھ داد ہے

میں مرتا ہوں اُس کوں خبر کچھ نہیں
پڑا کام میرا بہ بے داد ہے

... ...
ایسے اشکِ خونی کی معتاد ہے

دیوے ہَس کے سرکوں نہ لرزاں ہووے
محل عشق بازی کی بنیاد ہے

نہ تھا جانتا میں محبت کا راہ
سکھایا مجھے عشق استاد ہے

گڑا غم نے خیمہ میرے دل پر آ
ہوا ملک شادی کا برباد ہے

وہی شاد ہے مرتضیٰ جگ منے
زِ دامِ عشق ہر کہ آزاد ہے

....

(۲۵) ب: (متن)

دیکھوں میں فال کھول سجن کب گھر آوے گا
اس غم زدہ کا حال کبھی آ پوچھاوے گا

آتش فراق جارتی ہے روز و شب جگر
آبِ وصال مہر سوں اس پر بھی پاوے گا
مجھ پر گھڑی جدائی کی ہوتی ہے سال ہا
گھڑیالِ وصل دیکھوں خدا کب بجاوے گا
چوں گوشِ روزہ دار ہے ہر شام انتظار
بانگِ وصال لطف سوں کب آ سناوے گا
مانگوں درس کی بھیک دوارے اوپر کھڑا
لنگر سوں اپنی بھیک گدا کوں دلاوے گا
جاوے گا وَن سَوَن مرتضیٰ تب دکھ غم سبھی
جب کھول کر . . . کوں گل لگاوے گا

....

(۲۶) الف: (متن)

پڑی جب خبر . . .[۱۴] کے در گوش ہے
ہجر اٹھ چلا خانہ بر دوش ہے
غم و درد سوں اب صلح ہو پڑی
ہوئی شادی دل سوں ہم آغوش ہے
کروں مملکت سلطنت کوں فدا
ہوا دکھ مجھ سوں فراموش ہے
. . . دل تھا کرتا جو نس دن خروش
ہوا اب خوشی سوں جو خاموش ہے
ڈنگا تھا مرا جگر مارِ فراق
ہوا پیدا اب داروئے نوش ہے
سنائی مجھے جس خبر یار کی
وہ سرتاج میرا جو سر پوش ہے
کہا اب بے ہوشی نے آ الوداع
ہوا مجھ سوں شامل جو اب ہوش ہے

اگر لطف سوں یار ہو غم گسار
رقیباں کے سر پر یہ پاپوش ہے
بہ حرمت محمد منے مرتضٰی
ہوا غم جدائی کا روپوش ہے

....

(۳۴) الف: (متن)

گھنگھٹ چاند مکھ سوں اٹھا رے سجن
چکور اپنے کو اب دکھا رے سجن
میں پیاسا حسن کا تُو جوبن ندی
پیاسے کوں پانی پلا رے سجن
حسن کے چمن موں تُو ہیں گل فرید
دلِ بلبلاں نا ستا رے سجن
بہ دست ... دل عاشقاں لطف سوں
بچھوڑے کی آتش بجھا رے سجن
کہو مرتضٰی یار کوں عجز سوں
کبھی ہَس کے گل سوں لگا رے سجن

....

(۳۴) الف: (حواشی)

کھڑا ہوں دوارے اُپر صنما کئی برس کا
... ...
رہی سخت عشق بازی، نہیں سہل جان بازی
کھیلے دھار تیغ اوپر نہیں کام بوالہوس کا
آوے با مراد ہو کر دیوے جاں کو شاد ہو کر
شیوۂ پتنگ عاشق، نہیں کام کچھ مگس کا
تیرا برہے آہ مارے، کانپیں عرش کی منازل
لاگے تھرتھری ملایک ہلے تختہ کرس کا
تری زلف پر نگہ تھی جو اٹھاں کے لیے گرہ تھی
دانہ خال کا دکھا کر کیا قید اب قفس کا
کرو لطف مرتضٰی سوں پاؤ اجر تم خدا سوں
یہ غلام ہے قدیمی دیوٗ درس ٹک اپس کا

....

(۳۵) الف: (حواشی)

لیا جھٹ پٹ مرے دل کوں سجن بانکے دکھا اکھیاں
چو شاہیں مارتا ہیں کیوں یہ شرمیلی چھپا اکھیاں
کبھی غمزہ کبھی عشوہ کبھی ہے شعبدہ دل بر
معلّم کس کیا تعلیم یہ ناز و ادا اکھیاں[؟]
تری زلفاں کے پیاں موں ... الجھا دل مرا
... ...
کہ جب من رُوبرو آون نظر نیچی کیوں کرتا ہیں
ارے ظالم خدا سوں ڈر کبھی تو ٹک ...[۱۵] اکھیاں

دِسے تاریک جگ سارا سجن بن مرتضٰی مجھ کوں		کہاں ہے نورِ دل میرا ہیں جس کی دل رُبا اکھیاں

....

(۳۷) الف: (حواشی)

تجھے واسطہ ہے خدا کا سُن مرا درد بول لطف سیتے		ارے ستم گر کچھ خوف کر کروں آہ و زاری سو کب تلک
ترے ہجر سیتے یہ مرتضٰی پڑا جاں بلب ہے خبر لے آ		نا آرام و صبر و قرار دم ایسی بے قراری سو کب تلک

....

(۴۰) الف: (متن)

ہوا جب کا مجھ سوں ہے وہ گل جدا		ہجر سوں پکاروں چو بلبل جدا
سدا اشکِ خوں ناب جاری رہیں		ہوا صبر دل سوں تحمّل جدا
رلایا عشق نے بہ صحرا و دشت		رہی سلطنت اور تجمّل جدا
بچھوڑے کے غم سوں گئے عقل و ہوش		نہیں ہوتا یہ دل سوں اک پل جدا
تپے سینہ ز آتش ہجر جوں تنور		ہوا سوختہ جگر جل جل جدا
نہیں مجھ کوں امید فِر[۱۶] وصل کی		پیارا جو مجھ سوں ہوا مل جدا
خدا کو ہے توفیق سبھ مرتضٰی		کرے غم جدائی کا از دل جدا

....

(۴۰) الف: (متن)

عقل فکر سبھ تاراج کر کر وہ آپ ... گئے ہیں
بہ عشق آتش میرے صبر کے جو جھونپڑوں کوں جلا گئے ہیں
ادا و نازاں سوں دل چورآویں[۱۷] نہ پھر آ کر درس دکھاویں
مرے جیا کوں بہ طور منصور دار اُپر چھڑا[۱۸] گئے ہیں
دکھاں کے ساقی نے مُہر کر کر دیا ہے بس کا پیالہ بھر کر
یہ حال کس آگے جا کہوں میں جو کیسا پیالہ پلا گئے ہیں
لگے ہے سینے پرم کے ... کبھی نہ یک دم ہووتے آسانی
زخم میرے پر دیکھو وہ ظالم جو درد مرہم لگا گئے ہیں

ہے مرتضیٰ جو سدا پکار کبھی خدایا ملا پیارے
لگا کے سینے پرم کا جب تک گلے گلے میں دلا گئے ہیں

....

(۴۴) الف: (متن)

سجن دوستاں کوں ستانا ہے کیا — بہ آتش جدائی جلانا ہے کیا
بہ خلق و محبت بہ دزدیدہ دل — جگت میں اُسے اب رلانا ہے کیا
خدا کا نہیں خوف تج ایک تل — جو مجروح پر نمک لانا ہے کیا
حیاتی ہے یہ دنیا کی چند روز — مرگ کوں کسی نے ہٹانا ہے کیا
یہ دنیا بنی مزرعِ آخرت — بہ جز نیکی اس سوں لے جانا ہے کیا
کہے مرتضیٰ یوں نصیحت تجھے — جو . . . پھر دنیا میں آنا ہے کیا

....

یہاں ان غزلیات کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔

اگر ان غزلیات کا لسانی و عروضی جائزہ لیا جائے تو کئی ایک باتیں سامنے آتی ہیں۔

۱۔ مصنف چونکہ پنجابی الاصل ہیں اور قصور کے رہائشی ہیں اس لیے انھوں نے پنجابی لفظیات و افعال اکثر و بیشتر استعمال کیے ہیں۔ بلکہ دو غزلیات کی ردیفیں ہی 'اکھیاں' ہیں جو 'آنکھ' کی پنجابی جمع ہے۔ پنجابی لفظیات و افعال کا یہ انداز دکنی دور میں تخلیق ہونے والے ادب پاروں کی یاد دلاتا ہے۔ پنجابی لفظیات و افعال کے استعمال کی چند ایک امثال ذیل میں درج کی جا رہی ہیں۔ لفظیات: سُول = کانٹا، رُکھ = درخت، وات = منہ، ہتھ = ہاتھ، حیاتی = زندگی، بھکھ = بھوک، وَن سَوَن = مختلف قسم کے، مکھڑا = چہرا، گل = گلا۔ افعال: ساڑتا ہے = جلاتا ہے، تھڑکے ہیں = پھسلے ہیں، مویا بھی = مرا ہوا بھی، دِسے = محسوس ہو، دکھائی دے، لیا = لاؤ۔

۲۔ مصنف کے ہاں جمع بنانے کا انداز بھی مقامی ہے یعنی لفظ کے آخر میں 'اں' کا اضافہ کر کے جمع بنانا۔ یہ عنصر پنجاب کے ساتھ ساتھ دکنی دور کی اردو شاعری میں بھی مشترک اور نمایاں ہے۔ چنانچہ دکنی دور میں اس قسم کے الفاظ بطور جمع اکثر نظر آتے ہیں جن کے آخر میں 'اں' کا اضافہ ہو۔ مثلاً نین سے نیناں۔ ان غزلیات میں بھی مصنف نے یہی طریق اپنایا ہے مثلاً مشکل کی جمع مشکلاں اور دکھ کی جمع دکھاں وغیرہ۔ اسی طرح دوست = دوستاں، زلف = زلفاں۔

۳۔ اس کے علاوہ دکنی دور کی دیگر لسانی خصوصیات اِن غزلیات میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ مثلاً 'سیتی' کا استعمال

غالب ہے۔ ایک غزل کی ردیف ہی 'سیتی' رکھی گئی ہے۔ اسی طرح 'میں' کی جگہ 'موں' اور 'کو' کی بجائے 'کوں' کا استعمال۔ 'منے' اور 'اپس' کے الفاظ بھی دکنی طرز کا احساس دلاتے ہیں۔ 'سے' کی بجائے 'سوں'، 'سب' کے آخر میں 'ھ' کا اضافہ کر کے 'سبھ' اور 'کچھ' کے لیے 'کچھ / کچھو/ کچھو' کا استعمال بھی نمایاں ہے۔

۴۔ اِن غزلیات میں ہندی الفاظ کو بھی روانی سے استعمال کیا ہے۔ مثلاً سجن، مکھ، نیر، درس، برہی، مرن، پریم، جگت، جگ، جیا، دوارے وغیرہ۔

۵۔ اگرچہ مصنف پنجابی الاصل ہیں مگر اس زمانے کے چلن کے مطابق فارسی کا اثر بھی زبان و بیان پر نظر آتا ہے۔ مصنف بھی فاضل شخص ہیں۔ اس لیے مندرجہ بالا غزلیات میں فارسی زبان و ادب کے اثرات بھی جھلکتے ہیں۔ مگر پنجابی زبان کی نسبت اس کا تناسب قدرے کم ہے۔ مصنف کی استعمال کردہ فارسی تراکیب، افعال و الفاظ میں سے چند ایک اس طرح ہیں: بلبلِ مہجور، گنجِ مخفی، روزِ وصل، غنچہ دہن، جاں گداز، شبِ تارِ ہجراں، چاہِ ذقن، خور و خواب۔ کہیں کہیں تلمیحات بھی فارسی سے مستعار ہیں مثلاً منصور کا دار پر چڑھنا۔

۶۔ مصنف نے مندرجہ بالا غزلیات تمام کی تمام فارسی میں مروّجہ بحور میں کہی ہیں۔ جب کہ اوپر جیسا کہ درج کیا گیا ہے کہ لفظیات و افعال کے معاملے میں مصنف مقامی روایت سے اثر پذیر ہیں۔ یہ نکتہ اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ اس دور میں برصغیر کے دیگر ادبی مراکز کی طرح پنجاب میں بھی اردو شاعری فارسی وعربی بحور و اوزان ہی اپنا رہی ہے۔ ایک بات جو اس تمام عمل میں نمایاں ہے وہ یہ کہ سانچے تو مستعار ہیں مگر ان میں رنگ مقامی نکھر رہا ہے۔

۷۔ کئی دوسرے مقامی شاعروں کی طرح فارسی وعربی الفاظ کی درستیِ تلفظ کا خیال نہیں رکھا گیا۔ کئی متحرک حروف کو ساکن اور کئی ساکن حروف کو متحرک باندھا گیا ہے۔ یہ صوتِ حال اکثر مقامی شعرا کے کلام میں موجود رہی ہے۔

....

ان غزلیات کا عمومی مطالعہ اس بات کی خبر دیتا ہے کہ اٹھارویں صدی عیسوی کے اواخر میں پنجاب کی سرزمین میں اردو غزل کہنے کا رواج موجود ہے۔ شمالی ہند میں اردو زبان وغزل کی ترقی سے اغماض نہیں برتا جا رہا۔ یہاں فارسی مثنویوں کا منظوم اردو ترجمہ کیا جا رہا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اردو غزل کہنے کی کوشش بھی کی جا رہی ہے۔ اگرچہ ان کاوشوں کی زبان اس قدر ترقی یافتہ نہیں جو اسی عہد میں شمالی ہند میں نظر آتی ہے۔

اس کے باوجود بعض جگہ اشعار میں وہی مضامین اور طرزِ بیان جھلک دے رہا ہے جو اس دور کی اردو غزل کا طرہ

ہے۔ پنجابی زبان کے اثرات کے ساتھ ساتھ پنجابی لب و لہجہ بھی نمایاں ہے۔ اس طرح ان غزلیات میں اردو کی کلاسیکی شعری روایت اور مقامی روایت کے ملاپ سے ایک قدرے علاحدہ مزاج نظر آ رہا ہے۔ یہ مزاج نہ تو کلاسیکی شعری زبان و روایت کے مکمل تابع ہے اور نہ ہی مکمل طور پر مقامی شعری زبان و روایت کا پابند ہے۔

حوالہ جات

* استنٹ پروفیسر، گورنمنٹ ایم اے او کالج، لاہور۔

۱۔ ساجد صدیق نظامی، ''پنجاب میں اردو کی ایک قدیم مثنوی'' مشمولہ بازیافت شمارہ ۱۵ (جولائی تا دسمبر ۲۰۰۹ء)، ۱۷۹–۱۸۸۔

۲۔ خورشید احمد یوسفی، پنجاب کے قدیم اردو شعرا (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۲ء)، ۱۲۲۔

۳۔ اُٹھ۔

۴۔ جفا۔ تصحیح قیاسی

۵۔ چلّو۔

۶۔ گلے۔

۷۔ مصرعے کی صحیح صورت غالباً یوں ہوگی: دعا زُود مضطر کی کر تو قبول۔

۸۔ سکھ۔ تصحیح قیاسی

۹۔ کوکھ۔

۱۰۔ آئیاں۔

۱۱۔ کوئی۔

۱۲۔ اور۔

۱۳۔ پریم۔

۱۴۔ وصل۔ تصحیح قیاسی

۱۵۔ دکھا۔ تصحیح قیاسی

۱۶۔ پھر۔

۱۷۔ چراویں۔

۱۸۔ چڑھا۔

مآخذ

رضوی، جمیل احمد۔ ذخیرہ شیرانی میں اردو مخطوطات۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء۔

شیرانی، حافظ محمود۔ پنجاب میں اردو۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء۔

نظامی، ساجد صدیق۔ ''پنجاب میں اردو کی ایک قدیم مثنوی''۔ مشمولہ بازیافت شمارہ ۱۵ (جولائی تا دسمبر ۲۰۰۹ء): ۱۷۹–۱۸۸۔

یوسفی، خورشید احمد۔ پنجاب کے قدیم اردو شعرا۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۲ء۔